کاروکاری اور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم معاشرہ
(واقعہ افک کی روشنی میں)

ارشد منیر لغاری ☆

Karo Kari is a form of honor killing. It means "Black male and black female". It is deep rooted in the tribal, hilly and rural areas of Pakistan. A man and a women are both killed usually by the husband (in case of wedded women), father, brother or a closest blood relative (in case of unattached women), when he see both victims actively engaged in sexual activity.

Islam strictly prohibits murder and killing with out legal justification. As Karo Kari and such other rituals are an extra legal punishment by the family against accused, so they have no place and forbidden in Islam. The incident of "EFK" is an excellent example to settle the dispute of extramarital sex as well as clears that with out concrete proof to support an accusation; action can not be taken against the accused.

رسم کاروکاری ہمارے مسلم قبائلی اور دیہاتی نظام میں ایک رسم کے طور پر رائج ہے، اس سے مراد بدکار مرد و عورت ہیں۔ اس رسم میں بدکاری / ناجائز تعلقات کا الزام لگانے کے بعد مرد و عورت کو متاثرہ پارٹی / جرگہ جیسی عدالتوں کے ذریعے مختلف قسم کی معاشی، معاشرتی اور جسمانی سزائیں دی جاتی ہیں، بالخصوص عورت کو اکثر و بیشتر قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہ رسم ایک رواج تو ہو سکتی ہے اسلام میں اس کا تصور نہیں ملتا۔ اس رسم کی تکذیب کے لئے واقعہ افک بہترین مثال ہے جس میں حضرت عائشہؓ پر بدکاری کا الزام عائد کیا گیا تھا لیکن تحقیق و تفتیش تک نبوی معاشرے کے کسی فرد نے بھی کوئی غیر قانونی طریقہ استعمال نہیں کیا۔ علاوہ ازیں قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بدکاری / ناجائز تعلقات جیسے واقعات میں اپنی طرف سے کوئی بھی معمولی یا انتہائی اقدام غلط ہوگا۔

☆ لیکچرار زرعی کالج ڈیرہ غازی خان

لغوی معانی

کاروکاری سندھی زبان کا لفظ ہے۔ ۱: کارو ۲: کاری، کاروکا مطلب ہے بدکار مرد اور کاری کا مطلب بدکار عورت ہے۔(۱)

اصطلاحی معنی ومفہوم

رابعہ علی " The Dark Side of Honour " میں کاروکاری کی درج ذیل تعریف بیان کرتی ہیں:

" Refers to honour killing in Sindh where the victims are accused of illicit relationship (Karo being man; kari being women).(2)

تعارف

رسم کاروکاری پنجاب میں " کالا کالی" بلوچستان میں "سیہ کاری" اور سرحد میں "تورتورہ" کے نام سے بھی موسوم ہے۔رسم ہذا میں ناجائز تعلقات کا الزام لگا کر مرد وعورت دونوں کو اکثر و بیشتر قتل کر دیا جاتا ہے۔عورت جسمانی لحاظ سے کمزور اور معاشرتی حوالے سے مجبور ہونے کے سبب کوئی دفاعی قدم نہ اٹھا سکنے کی وجہ سے فوری قتل کا نشانہ بن جاتی ہے جبکہ مرد کبھی کبھار بچ نکلتا ہے۔لیکن اس کی جان بخشی نہیں ہوتی وہ ''کارو'' قرار دے دیا جاتا ہے۔اور جب تک وہ متاثرہ پارٹی کے ساتھ صلح/ معاہدہ وغیرہ نہیں کرتا، موت کی تلوار اس کے سر پر لٹکتی رہتی ہے۔رسم ہذا میں الزام زدہ مرد وعورت اگر قتل ہونے سے بچ جائیں تو مرد کو جلاوطنی/ شہر بدری اختیار کرنا پڑتی ہے جبکہ عورت یا تو بیچ دی جاتی ہے یا پھر کسی فیصلے کے ہونے تک کسی سردار، پیر یا معتبر کے گھر بٹھا دی جاتی ہے۔فیصلہ عدالتوں کی بجائے عموماً پنچائیت یا جرگوں جیسی نیم عدالتوں میں ہوتا ہے۔ ایک وقت میں رسم ہذا کا دائرہ پاکستان کے دیہاتی، قبائلی، سرحدی اور کم تعلیم یافتہ علاقوں تک محدود تھا جبکہ آجکل بقول ماہنامہ ''جہد حق لاہور'' ''عزت وناموس کے نام پر قتل کا سلسلہ ان علاقوں تک بھی پھیلتا نظر آتا ہے جہاں پہلے ایسی کوئی روایت موجود نہیں تھی(3)

مدثر رضوی کے الفاظ میں کہ:

This tradition, seen in rural areas for centuries, is becoming more & more visible in urban centers & among educationend & liberal families (4)

(ترجمہ) دیہاتوں میں صدیوں سے رواج پذیر یہ رسم شہری علاقوں اور پڑھے لکھے، آزاد

خیال خاندانوں تک وسیع ہوتی نظر آرہی ہے۔

جب کوئی عورت کسی غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات میں ملوث پائی جائے یا اس پر ناجائز تعلقات کا الزام عائد کر دیا جائے تو عورت اگر شادی شدہ ہے تو شوہر اور بیٹا اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو باپ، بھائی اور خونی رشتہ دار اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ وہ غیرت کے دفاع میں مرد و عورت دونوں کو قتل کر دیں پروفیسر محمد اشرف شاہین قیصرانی کے بقول "سیاہکاری (ناجائز تعلقات) کی سزا مرد و عورت دونوں کا فوری قتل ہے۔اس ضمن میں کسی گواہ یا ثبوت کی ضرورت کم ہی محسوس کی جاتی ہے۔(5)

عہد نبویؐ میں خود آنحضرتؐ کے ساتھ پیش آنیوالا واقعہ جو ''افک'' کے نام سے تاریخ کا حصہ ہے، رسم کاروکاری کے جائز و ناجائز ہونے اور بدکاری/ناجائز تعلقات کے الزام کی صورت میں طریق کار طے کرنے کے لئے بہترین مثال ہے۔ذیل میں واقعہ افک کو بخاری کے الفاظ میں (ترجمہ کر کے) نقل کیا جاتا ہے تاکہ کاروکاری کی رسم کی اسلامی وغیر اسلامی حیثیت واضح ہو سکے۔

واقعہ افک

''حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، آنحضرتؐ کا قاعدہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جاتے تو اپنی بیبیوں پر قرعہ ڈالتے، قرعہ میں جس بی بی کا نام نکلتا اس کو سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے، ایک لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جارہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ ڈالا تو میرے نام نکلا میں آپؐ کے ساتھ روانہ ہوئی اور یہ واقعہ حجاب کا حکم اترنے کے بعد کا ہے، میں ایک ہودے میں سوار رہتی، جب اترتی تو ہودہ سمیت اتاری جاتی، خیر ہم اس طرح سفر میں چلتے رہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑائی سے فارغ ہوئے اور سفر سے لوٹے تو ہم لوگ مدینہ کے نزدیک آن پہنچے، ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ کوچ کا حکم دیا گیا، میں کوچ کا حکم ہونے پر اٹھی اور پاؤں سے چل کر لشکر کے پار نکل گئی، جب حاجت سے فارغ ہوئی اور لوٹ کر اپنے ٹھکانے آنے لگی تو اس وقت میں نے خیال کیا تو ظفار کے نگینوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا تھا میں اس کو ڈھونڈنے لگی، اس کے ڈھونڈنے میں دیر ہوئی اتنے میں وہ لوگ آن پہنچے جو میرا ہودہ اٹھا کر اونٹ پر لادا کرتے تھے، انھوں نے ہودہ اٹھالیا اور میرے اونٹ پر لاد دیا وہ سمجھے کہ میں ہودے کے اندر بیٹھی ہوں، کیوں کہ اس زمانے میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتیں تھیں ایسی پُر گوشت بھاری بھر کم نہ تھیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ ذرا سا کھانا کھایا کرتی تھیں اسی وجہ سے ان لوگوں کو ہودے کے ہلکے پن کا

کچھ خیال نہ آیا، دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ میں اس زمانہ میں بالکل ایک کم سن چھوکری تھی، خیر وہ ہودہ اونٹ پر لاد کر، اونٹ لے کر چل دیے اور جب سارا لشکر چل دیا تو اس وقت کہیں میرا ہار ملا میں جو لشکر کے ٹھکانوں پر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں نہ کوئی بلانے والا نہ کوئی جواب دینے والا، آخر میں اسی ٹھکانے کی طرف چل دی جہاں میں اتری تھی، میں نے یہ خیال کیا کہ جب لشکر کے لوگ مجھ کو نہ پائیں گے تو میری تلاش میں یہیں آئیں گے، میں اسی جگہ بیٹھے بیٹھے اونگھنے لگی، میری آنکھ لگ گئی، لشکر کے پیچھے پیچھے ایک شخص مقرر تھا جس کو صفوان بن معطل سلمی کہا کرتے تھے وہ پچھلی رات کو چلا آرہا تھا، صبح کو اس جگہ پہنچا جہاں میں پڑی ہوئی تھی دور سے اس کو ایک سوتا ہوا شخص معلوم ہوا تو میرے پاس آیا، مجھ کو پہچان لیا، کیونکہ حجاب کا حکم اترنے سے پہلے میں اس کے سامنے نکلا کرتی تھی، اس نے مجھ کو دیکھ کر جو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی اور اس نے مجھ کو پہچان لیا، میں نے اپنا منہ دوپٹہ سے ڈھانپ لیا، خدا کی قسم اس نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی نہ میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون کے سوا اس کے منہ سے کوئی اور بات سنی، اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور اس کا پاؤں اپنے پاؤں سے دبائے رکھا، میں اونٹنی پر چڑھ گئی وہ بے چارہ پیدل چلتا رہا، اونٹنی کو چلاتا رہا یہاں تک کہ ہم لشکر میں اس وقت پہنچے جب عین دوپہر کو گرمی کی شدت میں وہ اترے ہوئے تھے، اب لوگوں نے طوفان اٹھایا، اور جس کی قسمت میں تباہی لکھی تھی وہ تباہ ہوا۔ سب سے بڑا اس طوفان کا بانی عبداللہ بن ابی سلول تھا، خیر ہم لوگ مدینہ پہنچے، وہاں پہنچ کر میں بیمار ہوگئی، ایک مہینے تک میں بیمار رہی، لوگ طوفان جوڑنے والوں کی باتوں کا چرچہ کرتے رہے لیکن مجھے کچھ خبر نہ ہوئی، ایک ذرا سا وہم مجھ کو یہ پیدا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مہربانی جو اپنے حال پر جب میں کبھی بیمار ہوا کرتی، اس بیماری میں نہیں پاتی تھی۔ آنحضرتؐ تشریف لاتے اور سلام علیک کرتے، پھر اتنا پوچھ کر کہ اب کیسی ہے؟ تشریف لے جاتے اس سے بے شک مجھ کو وہم ہوا، مگر اس طوفان کی مجھ کو خبر نہ تھی، بیماری سے چنگی ہو کر ابھی ناتواں ہی تھی کہ مناصع کی طرف گئی تو میرے ساتھ مسطح کی ماں تھی، مناصع میں ہم لوگ رفع حاجت کے لئے جایا کرتے، اور رات ہی کو جاتے، پھر دوسری رات کو، یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب گھروں کے نزدیک پاخانے نہیں بنے تھے اور جیسے اگلے زمانہ کے عربوں کی رسم تھی، ہم بھی اسی طرح جنگل کو پاخانہ کے لئے جایا کرتے تھے، اس زمانہ میں ہمکو بدبو کی وجہ سے گھروں کے پاس پاخانے بنانے میں تکلیف ہوتی، خیر میں اور مسطح کی ماں جو ابورہم بن عبد

مناف کی بیٹی اور اسکی ماں صخر بن عامر کی بیٹی، ابوبکر صدیقؓ کی خالہ تھی، اسی کا بیٹا مسطح بن اثاثہ تھا، دونوں حاجت سے فارغ ہو کر اپنے گھر کو آرہی تھیں، اتنے میں مسطح کی ماں کا پاؤں چادر میں الجھ کر پھسلا تو وہ کہنے لگی، اللہ کرے مسطح مر جائے، میں نے کہا یہ کیا کہتی ہو، مسطح تو بدر کی لڑائی میں شریک تھا، اس کو کوستی ہے، اس نے کہا ارے بھولی بھالی تو نے مسطح کی باتیں نہیں سنیں، میں نے پوچھا کون سی باتیں، تب اس نے طوفان جوڑنے والوں کی باتیں مجھ سے بیان کیں یہ سن کر میں تو پہلے ہی سے بیمار تھی، اور زیادہ بیمار ہوگئی، اور اپنے حجرے میں لوٹ آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے پوچھا کیوں اب کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا مجھ کو اجازت دیجئے میں اپنے ماں باپ کے پاس جاتی ہوں، میرا مطلب یہ تھا کہ ان سے تحقیق کروں کہ کیا لوگوں نے ایسا طوفان اٹھایا ہے؟ آنحضرتؐ نے مجھے اجازت دیدی، میں چلی گئی، میں نے والدہ سے پوچھا، اماں یہ لوگ کیا بک رہے ہیں، انہوں نے کہا بیٹی تو رنج مت کر خدا کی قسم اکثر ایسا ہوا، جب کسی مرد کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہوتی ہے جس سے مرد محبت کرتا ہے، اسکی سوکنیں بھی ہوں تو عورتیں اس طرح کے بہت سے چلتر کیا کرتی ہیں میں نے کہا واہ سبحان اللہ! کیا لوگوں نے اس کا چرچا بھی کر دیا، خیر وہ ساری رات میں نے روتے ہوئے گزار کر صبح کی، نہ میرے آنسو تھمتے نہ مجھے نیند آتی، صبح کو بھی میں رو رہی تھی کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو بلوایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے میرے چھوڑ دینے کے لئے مشورہ لینا چاہتے تھے، کیونکہ وحی اترنے میں دیر ہوئی تھی۔ اسامہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی مشورہ دیا جو وہ جانتے تھے کہ میں ایسی ناپاک باتوں سے پاک ہوں، اور حضرت علیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عورتوں کی کچھ کمی ہے؟ عائشہ کے سوا بہت سی عورتیں موجود ہیں، بھلا آپؐ لونڈی سے تو پوچھیے وہ سچ سچ بتادے گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے فرمایا" تو نے عائشہ کی کوئی ایسی بات بھی کبھی دیکھی ہے جس سے تجھ کو اس پر کوئی شبہ پیدا ہوا ہو؟ بریرہ نے کہا قسم خدا کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے میں نے تو کوئی بات عائشہ کی ایسی نہیں دیکھی جس میں عیب لگا سکوں وہ ابھی بچی ہے کم سن ہے کہ گھر کا گوندھا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے تو بکری آکر کھا لیتی ہے، یہ سن کر اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے عبداللہ بن ابی سلول کے خلاف مدد چاہی فرمایا مسلمانو! کون میری حمایت کرتا ہے؟ کون میری مدد کرتا ہے؟ ایسے شخص کے مقابل جس نے میرے گھر والوں پر

تہمت لگا کر یہ بات مجھ تک پہنچائی خدا کی قسم میں تو اپنے گھر والوں کو نیک، پاک دامن ہی سمجھتا ہوں اور جس مرد سے تہمت لگائی ہے اس کو بھی نیک بخت جانتا ہوں وہ کبھی میرے گھر میں اکیلا نہیں آیا ہمیشہ میرے ساتھ ہی آیا کرتا تھا، یہ سن کر سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس شخص کے مقابل آپ کی مدد کو تیار ہوں، اگر یہ شخص اوس قبیلے کا ہے تو ابھی اس کی گردن مارتا ہوں، اگر ہمارے بھائیوں خزرج قبیلے سے ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں گے ہم بجالائیں گے، سعد بن معاذ کی یہ بات سن کر خزرج قبیلے کے سربراہ سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے پہلے وہ اچھے نیک بخت آدمی تھے مگر ان کو قومی غیرت نے آدبوچا سعد بن معاذ سے کہنے لگے اللہ کی بقا کی قسم تُو جھوٹ کہتا ہے تُو نہ اس کو مارے گا نہ مار سکے گا۔ اتنے میں اسید بن حضیرؓ جو سعد بن معاذ کے چچا زاد بھائی تھے، کھڑے ہو گئے سعد بن عبادہ سے کہنے لگے اللہ کی بقا کی قسم تُو جھوٹا ہے ہم تو ضرور اس شخص کو قتل کریں گے۔ کیا تو بھی منافق ہو گیا ہے جو منافقوں کی طرفداری کرتا ہے۔ بس اس گفتگو پر اوس اور خزرج کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپس میں لڑنے ہی والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر ان کو سمجھاتے رہے جب وہ خاموش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو رہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس سارے دن میرا حال یہ رہا کہ نہ میرے آنسو بند ہوتے تھے اور نہ نیند آتی تھی۔ صبح کو میرے والدین بھی میرے پاس موجود تھے، میرا تو دورات اور ایک دن سے یہ حال تھا کہ نہ میرے آنسو بند ہوتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، میرے والدین یہ سمجھے کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر ایسا ہوا میرے والدین بھی میرے پاس موجود تھے، کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے اس کو اجازت دی وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، اس سے پہلے جب سے مجھ پر طوفان لگایا گیا تھا، آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے ایک مہینہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے رہے میرے باب میں کوئی وحی نہ آئی خیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر تشہد پڑھا پھر فرمایا! عائشہ مجھ کو تیری نسبت ایسی خبر پہنچی ہے اب اگر تو پاک ہے تو اللہ تیری پاک دامنی عنقریب بیان کر دے گا اور اگر واقعی تجھ سے کوئی قصور ہو گیا ہے تو اللہ سے اپنے قصور کی بخشش مانگ اور توبہ کر، کیونکہ جب کوئی بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر اللہ کی دربار میں توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کا گناہ بخشش دیتا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو ختم کر چکے تو یک بارگی

میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ ایک قطرہ بھی مجھ کو معلوم نہ ہوا، میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ جواب دیں انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں، پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ جواب دیں انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتی کہ کیا جواب دوں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں ایک کم سن لڑکی تھی، قرآن بھی مجھ کو زیادہ یاد نہ تھا میں نے کہا خدا کی قسم میں جانتی ہوں کہ یہ بات جو آپ لوگوں نے سنی ہے آپ کے دلوں میں جم گئی ہے اور تم اس کو سچ سمجھنے لگے ہو، اب اگر میں یہ کہوں کہ میں پاک ہوں تب بھی تم مجھ کو سچا نہیں سمجھو گے اور اگر میں ایک گناہ کا اقرار کرلوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو تم مجھ کو سچا سمجھو گے خدا کی قسم میں اس وقت اپنی اور تمہاری مثال ایسی ہی سمجھتی ہوں جو یوسف پیغمبر کے والد کی تھی، انہوں نے یہی کہا تھا اب صبر کرنا ہی بہتر ہے اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی میری مدد کرنے والا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عائشہؓ نے بچھونے پر کروٹ بدل لی حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھ کو یہ یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ میری پاکی ضرور ظاہر کرے گا، مگر خدا کی قسم مجھ کو ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ اللہ میرے باب میں قرآن کی ایسی آیتیں اتارے گا جو پڑھی جائیں گی میں اپنی شان اس سے حقیر سمجھتی تھی کہ میرے باب میں خدا اپنا ایسا کلام اتارے جس کو ہمیشہ پڑھتے رہیں ہاں مجھ کو یہ امید ضرور تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خواب دکھائی پڑے گا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری پاک دامنی کھل جائے گی، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر ایسا ہوا خدا کی قسم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ بیٹھے تھے وہاں سے سرکے اور نہ گھر میں جو لوگ تھے ان میں سے کوئی باہر گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنا شروع ہوگئی۔ معمول کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی ہونے لگی اور پسینہ موتیوں کی طرح آپؐ کے بدن سے ٹپکنے لگا حالانکہ وہ دن سردی کا دن تھا مگر وحی اترنے میں ایسی سختی ہوتی۔ خیر جب وحی کی حالت موقوف ہوگئی، دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے ہیں، پھر پہلی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کی، فرمایا عائشہ! اللہ نے تجھ کو پاک صاف کردیا ہے یہ سنتے ہی میری والدہ اٹھنے کا کہنے لگیں میں نے کہا واہ! خدا کی قسم میں تو کبھی نہ اٹھوں گی میں تو فقط اپنے خدا کا شکریہ ادا کروں گی جو عزت اور بزرگی والا ہے اس وقت اللہ نے یہ آیتیں اتاریں ﴿ ان الذین جآؤ بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوہ......الخ ﴾ (6)

یہ وہ واقعہ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں آج بھی ہمارے معاشرے کے لئے ایک حتمی اسوہ کی حیثیت رکھتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے

﴿ان الذین جآء و با لا فک عصبة منکم لا تحسبو ہ شرّ الکم بل ھو خیر لکم.........ھذا افک مبین﴾(7)

(ترجمہ) جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہے، اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو، بلکہ یہ بھی تمہارے لئے خیر ہی ہے جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کے لئے تو عذاب عظیم ہے۔ جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے

احکامات ونتائج واقعہ

درج بالا واقعہ بدکاری/ناجائز تعلقات کے الزام کی صورت میں انفرادی طور پر فریقین جبکہ اجتماعی طور پر پورے معاشرے کے لئے کئی احکامات اور راہیں متعین کرتا ہے، مثال کے طور پر (i) الزام کسی پر بھی لگ سکتا ہے اس میں امیر، غریب، حاکم ،محکوم سب شامل ہیں، کیونکہ واقعہ افک میں ریاست مدینہ کے حاکم اور عوام کے دینی و دنیاوی رہنما یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بلکہ ان کی عزت پر حملہ کی ناپاک کوشش کی گئی تھی۔

(ii) الزام لگانے والا ایک فرد بھی ہو سکتا ہے اور ایسا کرنے والوں کی تعداد زیادہ بھی ہو سکتی ہے اور وہ یک زبان بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ آیت مبارکہ میں لفظ ''عصبہ'' آیا ہے جس کے معنی جماعت کے ہیں جو دس سے چالیس تک کی ہو، اس کے معنی ایک ایسی جماعت کے بھی ہیں جس کے افراد ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں (8) اور واقعہ افک سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ الزام لگانے والا صرف عبداللہ بن اُبی ہی نہ تھا بلکہ اور بھی بہت سے لوگ اس کے ہم نوا بن گئے تھے (iii) اگر عورت پر الزام زنا عائد ہو جائے تو شوہر، والدین اور قریبی رشتہ داران کو حتیٰ المقدور یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ الزام شدہ عورت کو اُس پر لگنے والے الزام کے بارے میں نہ بتائیں کیونکہ عائشہؓ کو اُن پر لگنے والے الزام کی خبر نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور نہ ہی اُن کے والد، والدہ یا کسی بہن بھائی نے بتائی (iv) الزام شدہ عورت کے شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی پر کسی قسم کا تشدد اور سختی روا نہ رکھے کیونکہ آنحضرتؐ نے واقعہ افک کے دنوں میں ایک مرتبہ بھی حضرت عائشہؓ سے سختی نہیں کی۔ (v) اگر عورت کو اپنے اوپر لگنے والے الزام

کے بارے میں معلوم ہو جائے تو اُسے شوہر اور اُس کے گھر والوں سے نہ ہی لڑائی جھگڑا کرنا چاہیے اور نہ ہی کوئی بحث و مباحثہ بلکہ بہتر یہ ہے کہ مناسب طریقہ سے شوہر سے اجازت لے کر والدین کے گھر چلے جانا چاہیئے۔ علاوہ ازیں الزام شدہ خاتون کو بلا تصدیق و تحقیق کسی پر شک اور بدگمانی بھی نہیں کرنی چاہیئے کہ فلاں نے ہی یہ کام کیا ہوگا یا کرایا ہوگا، اور خاص طور پر سسرال والوں اور اگر سوکنیں ہوں تو ان کے متعلق جو فطری شکوک وشبہات رہتے ہیں، ایسے ایام میں ان کا اظہار بھی نہ کرنا بہتر ہے، واقعہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو جب اپنے اوپر لگنے والے الزام کا علم ہوا تو انھوں نے کسی کے متعلق بھی نہ ہی شک کیا اور نہ ہی کسی بدگمانی کا اظہار کیا (vi) شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو زبردستی گھر سے نہ نکالے اور نہ ہی زبردستی قید کر دے بلکہ اگر بیوی والدین کے گھر جانا چاہے تو اُسے رخصت دیدینی چاہیے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہی اپنی زوجہ کو گھر سے نکالا، نہ ہی قید کیا بلکہ حضرت عائشہؓ کے اجازت طلب کرنے پر ان کو میکے جانے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی (vii) الزام شدہ عورت کو اپنے شوہر یا سسرال والوں سے تحقیق کرنے کی بجائے اپنے والدین خاص طور پر والدہ سے اپنے اوپر لگنے والی تہمت بارے تحقیق کرنی چاہیے، کیونکہ شوہر سے پوچھنے کی صورت میں شوہر کی غیرت اور عزت نفس مجروح ہونے کا خطرہ ہے ویسے بھی شوہر اس قسم کی باتوں سے پہلے ہی نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوسکتا ہے اور جب بیوی کے منہ سے ایسی بات سنے گا تو ردعمل کا خطرہ ہے۔ جبکہ والدین فطری طور پر اپنے بچوں کا گناہ تک بھی چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر بچہ غلطی کر بھی بیٹھے تو بھی اسے دلاسہ دیتے ہیں۔ (viii) اگر کسی کی بیٹی پر الزام زنا عائد ہو جائے تو والدین اور بہن بھائیوں کو چاہیے کہ نہ تو وہ اپنی لڑکی پر تشدد کریں اور نہ ہی اُس کو گھر سے نکال دیں بلکہ وہ شوہر کے گھر سے ان کے گھر آنا چاہے تو جب تک وہ رہنا چاہے اُسے رہنے کی اجات دیں۔ (ix) اگر الزام شدہ عورت یا جس کی عورت پر الزام لگا ہے کسی سے واقعہ کے بارے تحقیق کرے تو بتانے والا اُس کی خیر خواہی کرے نہ کہ الزام کی شہادت دے کیونکہ جب حضرت علیؓ سے آنحضرتؐ نے حضرت عائشہ کے بارے پوچھا تو آپؓ نے فرمایا ''یا رسولؐ اللہ! کیا عورتوں کی کچھ کمی ہے۔ عائشہ کے سوا بہت سی عورتیں موجود ہیں۔ دوسری طرف جب حضرت عائشہؓ نے اپنی والدہ سے اپنے بارے میں دریافت فرمایا تو اُن کی والدہ نے کہا ''اے بیٹی تو رنج مت کر خدا کی قسم اکثر ایسا ہوا کہ جب کسی مرد کے پاس کوئی خوب صورت عورت ہوتی ہے، جس سے مرد محبت کرتا ہے، اُس

کی سوکنیں بھی ہوں، تو عورتیں ایسے بہت سے چلتر کیا کرتی ہیں (x) اگر بیوی پر الزام لگے تو شوہر کو چاہیے کہ وہ رشتہ داروں اور قریبی لوگوں سے بیوی کے بارے تحقیق بھی کرے اور اُن سے مشورہ بھی لے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ جو آپکے چچازاد بھائی تھے، حضرت اُسامہ بن زیدؓ جو آپ کے منہ بولے بیٹے تھے اور لونڈی حضرت بریرۃؓ سے حضرت عائشہؓ کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا تھا۔ (xi) جب کوئی شخص اپنے گھر والوں کے بارے میں کسی سے مشورہ طلب کرے تو مُشیر کو چاہیے کہ علم ہونے کی صورت میں صحیح صورت حال بتائے جبکہ گمان کی صورت میں مزید تحقیق کا مشورہ دے نہ کہ گمان کو یقین بنا کر پیش کرے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے مشورہ طلب فرمانے پر حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے وہی کچھ بتایا جو وہ جانتے تھے جبکہ حضرت علیؓ نے لونڈی بریرۃؓ سے مزید تحقیق کرنے کا مشورہ دیا۔ (xii) مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے بھی حقیقت حال دریافت کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا۔ ایسے اور اس طرح کے کئی مسئلے اس واقعہ سے اخذ کئے جا سکتے ہیں لیکن دو حقائق/مسئلے یہاں سے ایسے اخذ کئے جا رہے ہیں جو ہمارے موضوع سے نہ صرف براہ راست متعلق ہیں بلکہ ضروری اہمیت کے حامل بھی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(i) اگر کسی مرد عورت پر بدکاری کا الزام لگ جائے تو اُسے قتل نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ واقعہ افک میں مہینوں تک یہ الزام نہ صرف شہر میں بلکہ مختلف قبائل میں موضوع بحث رہا، حضرت صفوان بن معطلؓ اور حضرت عائشہؓ کے خاندان والے بھی اس الزام بارے بخوبی جانتے ہوں گے، آنحضرتؐ اور اُن کے خاندان میں بھی یہ کربناک قصہ زیر بحث تھا۔ لیکن قرآن وحدیث اور تاریخ اسلامی کی ہزاروں کتابیں اُٹھائیے دنیا کی کسی لائبریری کو کھنگالیے آپ کو کہیں یہ نہیں ملے گا کہ ان دونوں حضرات کو کسی کی طرف سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہو حتیٰ کہ اُن کو قتل کر دیا گیا ہو۔ اس کی واضح مثال درج ذیل واقعہ سے اخذ کی جا سکتی ہے

"دو اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لائے، ایک نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں اجرت پر کام کرتا تھا وہ اس کی بیوی سے ملوث ہو گیا، میں نے اس کو سو بکریاں اور ایک لونڈی دے کر راضی کیا مگر اہل علم نے بتایا کہ یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے، آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ ہی کے مطابق فیصلہ فرمادیں، دوسرے نے بھی کہا کہ آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمادیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کتاب اللہ ہی کے مطابق فیصلہ کروں گا، بکریاں اور لونڈی تجھی کو واپس، تیرے بیٹے کے لئے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔ پھر آپؐ

نے قبیلۂ اسلم کے ایک شخص سے فرمایا "اے اُنیس، تُو جا کر اس کی بیوی سے پوچھ، اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کر دیا جائے، چنانچہ اس نے اعتراف کیا اور رجم کر دی گئی۔(9)

(ii) اگر کسی مرد و عورت پر الزام زنا لگایا جائے تو اُنکے خاندان کو حتیٰ المقدور کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ایسے واقعات کو نہ ہی غیرت کا مسئلہ بنا کر اسکی تشہیر کریں اور نہ ہی جرگہ اور پنچائیت جیسی نیم عدالتوں میں اسے گھسیٹیں، یہاں تک کہ تھانہ کچہریوں میں بھی اسے لے جانے سے پرہیز کریں کیونکہ جب واقعہ افک پیش آیا تو حضرت صفوانؓ اور حضرت عائشہؓ کے خاندان والوں میں سے کوئی بھی یہ کیس باقاعدہ طور پر لے کر عدالت نبوی میں پیش نہ ہوا۔ بلکہ افواہوں کے ذریعے آنحضرت تک پہنچا آپؐ نے از خود نوٹس لیتے ہوئے قذف کی سزا دی۔ البتہ راز افشاں ہونے اور تحقیق و تفتیش کے بعد اگر یقین ہو جائے تو پھر بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر معاملہ خود حل کرنے کی بجائے عدالت میں پیش کیا جانا چاہیے۔

رسم کاروکاری میں بھی، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ بدکاری/ناجائز تعلق کا الزام عائد کیا جاتا ہے لیکن جو امور اسے غیر قانونی و غیر اسلامی بنا دیتے ہیں وہ معاملہ نمٹاتے وقت تحقیق و تفتیش نہ کرنا، باقاعدہ اور قانونی عدالتوں کی بجائے غیر قانونی اور نیم عدالتوں کا رخ کرنا اور خود ہی قانون ہاتھ میں لے کر اذیت ناک سزائیں دینا یہاں تک کہ قتل کر دینا قابل ذکر ہیں۔

احادیث مبارکہ کے مطالعے اور بالخصوص واقعہ افک سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صرف افواہوں کی بنیاد پر الزام عائد ہونے پر قتل جیسی سنگین سزا دے دینا تو دور کی بات ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ بھی دیکھ لے تو خود قانون ہاتھ میں نہیں لے سکتا بلکہ وہ راستہ جو اسلامی قانون کا ایک حصہ ہے، پر چل کر ہی معاملہ نمٹائے گا ورنہ اسلام اور قانون کی گرفت میں خود آئے گا۔

درج ذیل احادیث مبارکہ اس پر دال ہیں۔

عن ابی ھریرۃ انّ سعد ابن عُبادۃ الانصاری قال یارسول اللہ اَرَئتُ الرَّجُل یَجِدُ مَعَ امرَاتِہِ رجُلاً یقتُلہ،قال رسول اللہ لا..

(ترجمہ) حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے، سعد بن عبادہ انصاریؓ نے کہا یارسول اللہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے، کیا اُس کو مار ڈالے؟ رسول اللہ نے فرمایا نہیں۔(10)

ایک اور حدیث میں سعدؓ بن عبادہ کے الفاظ یوں ہیں کہ:

اِن وجدتُ مع اِمراتیِ رجلاً اُمھِلُه حتّٰی اتی باربعۃِشھدآءَ قال نعم

(ترجمہ) اگر میں اپنی بیوی کے پاس غیر مرد کو دیکھوں تو کیا اُس کو مہلت دوں چار گواہوں کے لانے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔(11)

مدینہ میں ایک عورت تھی جس کے متعلق روایت تھی کہ وہ کھلی کھلی فاحشہ تھی، لیکن اس کے خلاف بدکاری کا ثبوت نہ تھا اس لئے اسے کوئی سزا نہ دی گئی حالانکہ اس کے متعلق نبی کی زبان مبارک سے یہ الفاظ تک نکل گئے تھے کہ

لو کنت راجماً احداً بغیر بینۃ لرجمتھا

اگر میں ثبوت کے بغیر رجم کرنے والا ہوتا تو اس عورت کو ضرور رجم کرا دیتا (12)

الختصر یہ کہ کسی بھی انسان کو بدکاری کی تہمت دینا اور اسے قتل تک کر دینا بہت بڑا اور بھیانک گناہ ہے، حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات تباہ کن چیزوں سے بچو۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سات چیزیں کون سی ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو، اس جان کا قتل جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ، سود خوری، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے معرکہ آرائی کے دن فرار اختیار کرنا اور پاک دامن مومن وسادہ لوح عورتوں پر تہمت لگانا(13)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں ''اس حکم کا منشا یہ ہے کہ معاشرے میں لوگوں کی آشنائیوں اور ناجائز تعلقات کے چرچے قطعی طور پر بند کر دیئے جائیں، کیونکہ اس سے بے شمار برائیاں پھیلتی ہیں، اور ان میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اس طرح غیر محسوس طریقے پر ایک عام زناکارانہ ماحول بنتا چلا جاتا ہے۔ ایک شخص مزے لے لے کر کسی کے صحیح یا غلط گندے واقعات دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے دوسرے اس میں نمک مرچ لگا کر اور لوگوں تک انہیں پہنچاتے ہیں اور ساتھ ساتھ کچھ مزید لوگوں کے متعلق بھی اپنی معلومات یا بدگمانیاں بیان کر دیتے ہیں۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ شہوانی جذبات کی ایک عام رو چل پڑتی ہے بلکہ برے خیالات رکھنے والے مردوں اور عورتوں کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے

کہ معاشرے میں کہاں کہاں ان کیلئے قسمت آزمائی کے مواقع موجود ہیں۔ شریعت اس چیز کا سدباب پہلے ہی قدم پر کر دینا چاہتی ہے۔ ایک طرف وہ حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی زنا کرے اور شہادتوں سے اس کا جرم ثابت ہو جائے تو اس کو وہ انتہائی سزا دو جو کسی اور جرم پر نہیں دی جاتی اور دوسری طرف وہ

فیصلہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے وہ یا تو شہادتوں سے اپنا الزام ثابت کرے ورنہ اسی (80) کوڑے برسا دو تا کہ آئندہ کبھی وہ اپنی زبان سے ایسی بات بلا ثبوت نکالنے کی جرات نہ کرے"(14) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں

وکذالک القذف معصیة کبیرة و فیه الحاق عار عظیم علی الزنا(15)

(ترجمہ)اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے کیونکہ جس پر یہ تہمت لگی ہے اس کی عزت پر دھبہ لگ جاتا ہے

درج بالا تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ نبویؐ معاشرہ میں بھی بدکاری / ناجائز تعلقات کے واقعات / الزامات پیش آتے رہے لیکن جذبات اور انا سے زیادہ قانون کا خیال اور احترام سب امور پر مقدم رہا۔

ہماری ذمہ داری

قرآن وحدیث کی روشنی میں بالعموم جبکہ واقعہ افک کے گہرے مطالعہ سے بالخصوص جو بات عیاں ہوتی ہے وہ یہ کہ بلاشبہ غیرت ایک فطری جذبہ ہے لیکن اسے اسلام کے تابع رہنا چاہیئے ۔قرآن کریم،احادیث مبارکہ،سیرت طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ہمارے لئے بہترین اور عملی نمونہ ہیں،ہمیں اپنی دنیاوی خواہشات،احساسات،پسند وناپسند اور محبت ونفرت کے اوزان کو ان کے پیمانوں میں رکھ کر تولنا چاہیئے۔

معاشرے پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ کاروکاری اور اس جیسی رسوم اگر اسلامی احکامات اور ہدایات کے متصادم اور منافی ہیں تو انہیں نہ صرف جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیئے بلکہ اس کے خلاف علمی اور عملی کوششیں بھی کرنی چاہیئے اور اگر یہ رسوم کسی حد تک قابل اطلاق ہیں تو جہاں جہاں ان میں کہیں خامیاں اور نقائص ہیں انہیں اسلامی احکامات اور انسانی حقوق کی روشنی میں درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ عوام کے لئے معاشرہ اور ریاست امن وسکون اور ترقی کا پیام لاسکیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام میں تعلیمی اور مذہبی شعور کے ذریعے ایسی اور اس جیسی رسوم کی بابت آگاہی دیتے ہوئے احترام انسانیت کا قرآنی سبق یاد کرایا جائے تاکہ فساد کی جگہ امن اور انتشار کی جگہ اتفاق لے سکے۔

حواشی

(1)- سندھی اردو لغت، سندھی اردو ادب بورڈ، 1980، ص 174

(2)-Rabia Ali,The dark side of 'Honour'. Shirkat Gah, Women's Resource Center, P.O.Box: 5192, Lahore, 2001. P.4

(3) ماہنامہ، جہد حق، پبلشر، ندیم فاضل، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، اپریل 2002، شمارہ نمبر 4، ص 14

(4)-Muddassir Rizvi"Honour Killing" Rise in Pakistan despite state & religious opposition,11,28,2000(www.wikipedia.org)

(5) قیصرانی، محمد اشرف شاہین، بلوچستان تاریخ اور مذہب، ادارہ تدریس، کوئٹہ، نومبر 1994ء 8

(6) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار السلام، ریاض، 1999، ج 2، ص 596-593

(7) النور 24: 12,11

(8) مفردات القرآن، امام راغب اصفہانی، ترجمہ محمد عبدہ، اہل حدیث اکادمی لاہور، سن ندارد، ج، 2، ص 701

(9) مالک، انس بن مالک، موطا امام مالک، کتاب الحدود، باب ماء فی الرجم، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، سن ندارد، ص، 685

(10) صحیح مسلم، المسلم ابن الحجاج القشیری، کتاب اللعان، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س۔ن، ج 1، ص 491.

(11) الصنانی، ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام، مصنف عبد الرزاق، کتاب العقول، باب الرجل یجد علی امراتہ رجلا دار الکتب العلمیہ بیروت، 2000 ج 9 ص 308

(12) سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابواب الحدود، باب من اظہر الفاحشہ، میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب کراچی، سن ندارد، ص 187

(13) البیھقی، ابی بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، کتاب الحدود، باب ماجاء فی تحریم القذف، حدیث نمبر 17612، دار الفکر بیروت سن ندارد ج 12، ص 497

(14) مودودی، ابو الاعلیٰ سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ج 3، ص 347.

(15) دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، المکتبۃ السلفیہ لاہور، 1395ھ، ج 2، ص 161

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆